خواتین کیلئے اسلامی نظامِ کفالت کا دائرۂ کار

عمران الحق کلیانوی بخاری
شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

تلخیص

قبل از اسلام خواتین کا معاشرے میں مقام ناگفتہ بہ تھا۔ عورت کو عہد جاہلیت میں صرف مرد کے جذبات نفسانی اور خواہشات ذاتی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا تھا اور لڑکوں کو لڑکیوں پر اس لئے فوقیت دی جاتی تھی تاکہ وہ بڑے ہو کر قبیلے کی حفاظت کر سکیں اور لڑکیاں ہمیشہ ان پر انحصار کریں۔ اس کے علاوہ وراثت صرف لڑکوں کا حق تصور کیا جاتا تھا کیوں کہ وہ تمام کام کر سکتے تھے جو مردانگی کی نشانی سمجھے جاتے تھے مثلاً گھڑسواری اور ہتھیاروں کا استعمال۔ اس معاشرے میں اگر شوہر کا انتقال ہو جاتا تو خاندان میں سے کوئی بھی شخص خاتون کو اپنی ملکیت تصور کرتا اور ایک غلام کی حیثیت سے وہ اس کے پاس رہتی جب تک کہ وہ اتنا پیسہ نہ جمع کر لیتی کہ معاوضہ دے کر اپنے آپ کو آزاد کروا سکے۔ لہٰذا زیر نظر مقالے میں اسلام اور خواتین کے حقوق وراثت کے حوالے سے زیر بحث لائے گئے ہیں۔

کلیدی الفاظ: خواتین کا مقام، کفالت

Abstract

Before Islam, any idea of a woman's stature in the society was beyond imagination. A woman was only considered as a means to gratify a man's personal needs. Birth of a girl child was considered humiliation, and in the Arab culture, sons were always given preference over daughters, for males would grow to be a source of protection and would raise arms for the clan, while daughters would always be in need of protection and be forever dependent upon males. Inheritance was also considered a right of the males alone, as they were the ones who rode horses and raised arms to defend their people. In the dark days before Islam, if a male would pass away, his wife would become a property of whoever among the family would put his cloth over the wife of the deceased. She would then become a property of that person, either as a wife or a slave, until she would raise some money and give it as ransom for her freedom. The following article inspects the Islamic teachings pertaining to rights of women particularly in terms of inheritance.

Keywords: Status of Women in Islam, Inheritance.

خواتین عہدِ جاہلیت میں

اسلام کی ضوفشانی سے قبل عورت کے مقام ومرتبہ کا تصور بھی محال تھا، اسے نہایت نفرت اور حقارت کی

نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عورت کو عہد جاہلیت میں صرف مرد کے جذبات نفسانی اور خواہشات ذاتی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش ذلت و عار کا باعث سمجھی جاتی تھی۔ (۱) اور عرب جاہلی معاشرہ میں بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی جاتی تھی۔ اس لئے کہ لڑکے حالت جنگ میں قبیلہ کی طرف سے جنگ کا ہراول دستہ ثابت ہوتے اور مدافعت کرتے تھے، جبکہ لڑکیاں اپنی مدافعت کیلئے بھی بھائیوں کی محتاج تھیں۔ چہ جائیکہ وہ قبیلہ کی مدافعت اور حالت جنگ میں مددگار ثابت ہوتیں۔ چنانچہ عہد جاہلیت میں لڑکیاں مرد کیلئے جنگی نقطہ نظر سے ایک بہت بڑا بوجھ تھیں جبکہ مالی میراث کے بارے میں عرب اہل جاہلیت کا یہ نظریہ تھا کہ جائیداد کا وارث اور حق دار صرف اور صرف مرد ہے، اس لیے کہ وہ گھوڑے پر سوار رہتا ہے۔ اسلحہ اٹھاتا ہے، جنگ کرتا ہے، جبکہ عورتیں ان صفات سے محروم ہیں۔ لہٰذا وہ وارث بننے یا ورثہ کی حقدار نہیں ہوسکتیں۔ (۲) زمانہ جاہلیت میں مدینہ والوں میں سے جب کوئی مرجاتا تو متوفی کا کوئی رشتہ دار اس کی بیوی پر ایک کپڑا ڈال دیتا اور اس کا وارث ہو جاتا اور اس سے نکاح کر لیتا۔ اگر خود یا کوئی دوسرا اس سے نکاح نہ کرتا تو اس کو اپنے پاس روک لیتا۔ یہاں تک کہ وہ جان چھڑانے کیلئے اس کو کچھ فدیہ دیدیتی۔ (۳)

معروف فرانسیسی محقق اور مؤرخ ڈاکٹر گستاولی بان (Gustavelebon) ''تمدن عرب'' میں عہدِ جاہلیت میں عورت کے مقام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''زمانہ جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوانات کے درمیان ایک قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھیں جن کا مقصد محض ترقی نسل اور مردوں کی خدمت تھا، لڑکیوں کا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کی جاتی تھی اور ان کو زندہ درگور (زندہ دفن) کردینے کی رسم بہت عام تھی۔ انہیں یہ زندہ دفن کردینے کا حق اسی طرح حاصل تھا جیسے کتیا کے جھول کو پانی میں ڈبودینے کا''

فرانسیسی عالم ''موسیو کوسان دی پرسواں'' نے آنحضرت ﷺ اور قیس بنی تمیم کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا خیال لڑکیوں کے بارے میں کیسا تھا۔

''آنحضرت ﷺ اس وقت ایک معصوم بچی کو رانوں پر بٹھائے کھلا رہے تھے قیس نے پوچھا! یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ ﷺ کھلا رہے ہیں؟ قیس نے کہا: باللہ العظم میری ایسی بہت سی لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن میں نے ان سب کو زندہ دفن کردیا اور کسی کو بھی نہ کھلایا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اے بھلے آدمی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں کسی قسم کی انسانی

محبت پیدا نہیں کی، یہ تو ایک نعمت عظمٰی ہے جو انسان کو دی گئی ہے تو اس سے محروم ہے۔(۴)

عہدِ جاہلیت میں لڑکیوں کی رضا کارانہ کفالت

اسلام سے قبل عرب جاہلیت کے اس معاشرے میں جہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذموم اور ظالمانہ رسم جاری تھی، اسی معاشرے میں بعض ایسے رحمدل اور انسان دوستوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ جو زندہ درگور ہونے سے بچانے کیلئے بچیوں کے ماں باپ کو فدیہ کی رقم دے کر ان کی زندگیوں کو تحفظ فراہم کرتے تھے۔ قابل تعریف اور انسان دوستی کے جذبہ سے سرشار لڑکیوں کی زندگیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے والوں میں زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ خصوصیت سے ملتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو زید اس سے کہتا! اسے قتل نہ کر میں اس کی روزی کا کفیل ہوں اور لڑکی کو اس شخص سے لے لیتا۔ جب وہ لڑکی جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتا! اگر تو چاہے تو میں لڑکی تیرے حوالہ کر دوں ورنہ میں اس کی خوراک کی کفالت کرتا رہوں گا۔ جبکہ اسی سلسلہ کا دوسرا نام صعصعہ بن ناجیہ کا آتا ہے جس نے زرفدیہ ادا کر کے تین سو ساٹھ بچیوں کی زندگی کو تحفظ فراہم کیا۔(۵)

دیگر اقوام و مذاہبِ عالم میں عورت کی معاشی حیثیت

یونانی تہذیب جسے تاریخ عالم میں گہوارہ تمدن اور مثالی تہذیب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس تہذیب کے ابتدائی دور میں صنف نازک، قانونی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی حقوق ہی سے نہیں بلکہ آزادی سے بھی محروم تھی، اسے ایسے گھروں میں جو راستہ سے دور ہوتے مقید رہنا پڑتا جہاں رکھا جاتا ان گھروں میں کھڑکیاں کم ہوتیں اور دروازوں پر پہرے دار بیٹھے ہوتے تھے۔ یونان کی قدیم تہذیب میں باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ تھا اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کر دے، اسی طرح بھائی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ بہنوں کو فروخت کر سکتا تھا۔ قدیم یونانی تہذیب میں باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد ہوتی، عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ یونانی جو تہذیب قدیم میں سب سے زیادہ مہذب اور شائستہ تصور کئے جاتے تھے، بیوی کو محض ایک اثاثہ سمجھتے تھے جسے خرید و فروخت کیا جا سکتا تھا، بلکہ وصیتاً منتقل بھی کیا جا سکتا تھا۔(۶) قدیم بابلی تہذیب کے مطالعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب میں بھی عورت کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا تھا۔ یہی صورت حال وسطی اسپیرین اور

سائبرین قوموں کی تذہب وقانون کی تھی۔ ان کے ہاں بھی بیٹے ہی کو جائیداد کا وارث قرار دیا جاتا تھا اور بیٹی کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ قدیم بابلیوں کے عہد حکومت میں جو تقریباً ۲۵۰۰ قبل مسیح کا زمانہ ہے عورتیں روپوش رہتی تھیں اور باپ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ ضرورت کے وقت اپنی لڑکیوں کو فروخت کردے۔

ہیروڈوٹس لکھتا ہے

> ''قدیم بابلیوں کے ہاں جن لوگوں کی بیٹیاں جوان ہوجاتی تھیں، وہ سال میں ایک مرتبہ انہیں مخصوص مقام پر لے جاتے جہاں تماشائیوں کا ٹھٹ لگ جاتا، ایک سرکاری کارندہ باری باری ان لڑکیوں کو بلاتا اور اپنے سامنے کھڑی کرکے بولی دے کر بیچ دیتا''(۷)

قدیم رومن تہذیب میں عورت ہر قسم کے مذہبی، قانونی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق سے محروم تھی، اسے قانوناً عرصہ دراز تک ذلت ورسوائی کی پستیوں میں مقید رکھا گیا۔ خاندان کا سربراہ باپ یا شوہر ہوتا، رومیوں نے عورت ورسوائی کی پستیوں میں مقید رکھا گیا۔ خاندان کا سربراہ باپ یا شوہر ہوتا، رومیوں نے عورت کی عملاً زبان بندی کیلئے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا، اس تالے کو وہ ''موزیسیر'' کہتے تھے۔(۸)

انگلستان جو آج تہذیب وتمدن کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور اپنے تئیں آزادی نسواں کا علمبردار بتاتا ہے۔ ۱۷۵ء میں جہالت اور ظلم کا مرکز تھا وہاں عورت کی حیثیت نہایت ذلیل تھی۔ عموماً کمزور اور بدصورت لڑکیاں مارڈالی جاتی تھیں۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں انگلستان کے ہر گوشے میں عورت کو نوکروں کے زمرے میں داخل کیا جاتا تھا اور ان کو سوسائٹی کیلئے ایک بدنما داغ سمجھا جاتا تھا۔ عورت کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے شوہر اور اپنے سرپرست اور پادری کی غلامی کرے۔(۹)

میسوپوٹیمی (جدید عراق کے جنوبی نصف) تہذیب کئی ہزار سال پر محیط ہے اور اس میں سمیری، عکاوی، بابلی، آشوری تہذیبوں اور آبادیوں کے ایک پورے سلسلہ کا عروج وزوال شامل ہے۔ ''حمواربی'' ۱۷۲۵ قبل مسیح نے مردوں کو عورت کے رہن رکھنے پر تین سال تک اختیار دے رکھا تھا۔ بعد کے آشوری قانون ۱۲۰۰ قبل مسیح نے عورتوں کو جو رہن رکھی جاتی تھیں، مارنے پیٹنے ان کے کان چھیدنے یا مروڑنے کی اجازت بھی دی تھی۔(۱۰)

قدیم ایران میں دو طرح کی بیویاں تھیں، ایک زن پادشائی ہا، دوسری زن چگاری ہا، پہلی قسم کی بیوی اور ان

کی اولاد کو جائیداد میں حصہ ملتا تھا لیکن زن چگاری ہا اوران کی اولاد (جائیداد سے محروم ہوتی تھی) (۱۱)

شہرستانی کا بیان ہے کہ مزوک نے عورتوں کو بلا امتیاز عام مردوں کیلئے حلال قرار دے دیا اور مال وعورت کو آگ، پانی اور چارہ کی طرح مشترک اور عام کر دیا۔ (۱۲) ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلجین اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار عورتوں کے بارے میں ہندوؤں کے افکار ونظریات کے متعلق لکھتا ہے:

''عورت کبھی آزاد نہیں ہوسکتی، وہ میراث نہیں پاسکتی، شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہوگی'' (۱۳)

معاشی معاملات میں عورت کی حق تلفی سے زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کی موت کے ساتھ ہی عورت کے سامنے دوراستے رکھے جاتے تھے یا تو وہ اپنے شوہر کی چتا پر جل مرتی اور ''ستی'' کہلاتی یا ساری عمر دکھ بھگتی۔ یہ رسم بدبرہمنی دورتمدن سے شروع ہوئی۔ بیوہ کا سر منڈا دیتے تھے وہ صرف صبح کے وقت روکھی سوکھی کھاسکتی تھی اور ہر وقت میلے کچیلے کپڑے سے پہنے رہتی تھی۔ لوگ اس کے سائے کو بھی منحوس سمجھتے تھے۔ انہی مصائب سے نجات پانے کیلئے موت کو زندگی پر ترجیح دے کر عورتیں ''ستی'' ہوجاتی تھیں اوران کا ترکہ برہمنوں کو ملتا تھا۔ (۱۴) چین کی قدیم تہذیب میں شہنشاہ کی موت پران کی کنیزیں بھی اس کے ساتھ مقبرے میں دفن کردی جاتی تھیں تا کہ اگلے جہاں میں بھی وہ ان کے حسن وجمال سے تمتع کرسکیں۔

قحط کے دنوں میں ماں باپ اپنے بچوں کواونے پونے فروخت کر دیتے تھے۔ باپ اس بات کا مجاز تھا کہ بیٹیوں اور سرکش بچوں کولونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالے۔ (۱۵)

دیگر مذاہب میں خواتین کی معاشی حیثیت

یہود جواپنی پوری تاریخ میں اخلاقی انحطاط کے ساتھ حرص وطمع کیلئے ہمیشہ سے مشہور چلے آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ انصاف کیسے کرسکتے تھے، جبکہ عورت پر کسی مالی نفع کے بجائے اس پر خرچ ہی کیا جاتا ہو، اس لئے ان کے ہاں بیٹیوں کا درجہ بیٹوں سے کم بلکہ نوکر چاکر سے بھی بدتر تھا، بھائیوں کی موجودگی میں اسے میراث

کا حق نہ تھا۔ حتیٰ کہ باپ اس کو فروخت بھی کر سکتا تھا۔(۱۶) یہودیوں کی مستند ''جیوش انسائیکلوپیڈیا'' میں ہے کہ معصیت اول چوں کہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی۔ لہٰذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم، اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ(۱۷) عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ غلط نظریہ قائم کر لیا گیا ہے کہ عورت آدمؑ کو جنت سے نکالنے کی ذمہ دار ہے۔ اس بناء پر عیسائیت میں عورت کو گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا۔

۵۷۱ء میں رومۃ الکبریٰ جیسے ترقی یافتہ مرکز روحانیت میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی۔ ان پر جانوروں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقے کو آرام پہنچانا بنی نوع انسان پر ظلم کرنا ہے۔(۱۸) بعد کے ادوار میں مسیحیت نے مرد و عورت کے جائز تعلق، شادی اور نکاح کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجرد کی زندگی پر زور دیا۔ ممتاز عیسائی پادریوں کے متعلق تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے عورت سے دوری اور تجرد کے باعث ماؤں تک سے راہ فرار اختیار کر کے جنگلوں میں پناہ لی اور ماؤں سے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عورتیں ہیں، دوری اختیار کر لی۔(۱۹)

غیر الہامی مذاہب اور خواتین کے معاشی حقوق

ہندومت

ہندوستان میں ''منو'' کے قانون کے مطابق باپ، شوہر یا دونوں کی وفات کی صورت میں بیٹے سے علیحدہ عورت کا کوئی مستقبل اور کوئی حق نہیں۔ چنانچہ عورت بچپن میں باپ کی مطیع ہوتی ہے، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی، اگر بیٹے بھی نہ ہوں تو اپنے اقرباء کی۔ لہٰذا عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خودمختار زندگی گزار سکے۔ وہ کسی معاملے میں بھی خودمختار نہیں، معاشی حق تلفی سے بھی زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے ساتھ ہی مر جانا اور اس کی ''چتا'' پر ''ستی'' ہو جانا ضروری تھا۔(۲۰) عورت اور شودر دونوں کو نزدھن (جائیداد) سے محروم کر دیا گیا ہے۔(۲۱) لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں۔(۲۲) کسی عورت کو خاوند سے حکومت نہیں مل سکتی۔(۲۳)

اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو اسے جائیداد کی خرید و فروخت کا کوئی اختیار نہیں۔(۲۴) اولاد کے ہوتے ہوئے بھی بیٹی وارث نہیں بلکہ متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) وارث ہوتا ہے۔(۲۵)

بدھ مت

''بدھ مت'' ایک مشہور و معروف مذہب ہے جس کی تعلیم مساوات پر مبنی بتائی جاتی ہے اور جس کے ہاں برہمن شودر، امیر وغریب، ادنیٰ واعلیٰ اور بلند و پست سب برابر ہیں اور جو پریم شانتی کا حامی ہے وہ بھی عورت کے حق میں رحمدل نہیں ہے۔(۲۶)

اس مختصر سے تاریخی و تحقیقی تجزیہ کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر مذہب ہے اس نے اس طبقہ نسواں، صنف نازک کو کیا حقوق دیے جبکہ آج کی ترقی یافتہ دنیا سب سے زیادہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے اسلام ہی کو ہدف تنقید بناتی ہے اور خصوصاً معاشی حقوق کے اعتبار سے خواتین کو وہ اسلام کا سب سے مظلوم ترین طبقہ شمار کرتے ہیں لیکن ہم آئندہ صفحات میں یہ تحقیق پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ اعتراض کہاں تک درست ہے اور اسلام نے واقعتاً خواتین کو معاشی حقوق نہیں دیے یا یہ صرف ایک لغو اعتراض ہے۔

اسلام کے احسانات خواتین پر

تاریخ امم، تہذیب اقوام اور مذاہب عالم کے تاریخ، تحقیقی اور تقابلی مطالعہ کی روشنی میں ''صنف نازک'' پر تاریخ انسانی کے تاریک ترین ادوار اور بہیمانہ مظالم کی اس طویل تاریخ کے مطالعہ کے بعد ''صنف نازک'' کے محسن اعظم اور حقوق نسواں کے مثالی علمبردار، انسانیت کے تاجدار ﷺ کے طبقہ نسواں پر احسان عظیم پر مبنی فرامین کی اہمیت وعظمت کے متعلق یہ کہنا کہ آسمان نے روز و شب کی ہزار کروٹیں بدلیں، لیکن احترام نسواں کیلئے اس سے زیادہ پر درد اور پر خلوص آواز نہیں سنی مبالغہ نہیں۔

ایک زمانہ تھا جب صنف نازک، تہذیب، تاریخ، اقوام اور مذاہب عالم میں بہیمانہ مظالم کا شکار تھی، اسے مجسم گناہ، گناہوں کا مخزن، ہزار مکاریوں کا محل، امرت ملا ہوا زہر، زہریلی ناگن اور اژدھے کے غصہ سے تشبیہ دی جاتی تھی، جہنم کا دروازہ اور بدی کا منبع تصور کیا جاتا تھا۔

عورت مظلوم و مقہور، محکوم و مجبور، مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس ذلت و رسوائی کے سیاہ بادلوں کے خاتمہ کیلئے دست بدعا تھی کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی، عورت کی دنیا پر چھائی ہوئی تاریکی کے مہیب بادل چھٹ گئے۔ اس کی شام غم صبح عید سے بدل گئی کہ ۹ ذی الحج ۱۰ھ بروز جمعہ ۶ مارچ

۶۳۲ءکوطبقہ نسواں کے محسن اعظمﷺ نے میدان عرفات میں ایک لاکھ تیس ہزار نفوس قدسیہؓ سے ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے موقع پرفرمایا:

''لوگو! تمہاری بیویوں کا تمہارے ذمہ حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ بلاشبہ عورتیں تمہارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کیلئے کسی چیز پر قادر نہیں، بلاشبہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اوران کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے۔ لہٰذا عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اوران کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو'' (۲۷)

غیر مسلم کا اعترافِ حقیقت

عورت چونکہ تمدن انسانی کا مرکز ومحور اور باغ انسانیت کی زینت ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کیے جن کی وہ مستحق تھی۔ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام وتہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال وملکیت رکھنے کا حق دیا، شوہر سے ناچاقی کی صورت میں خلع کا حق دیا۔ نکاح ثانی کی اجازت دی، وراثت میں اس کو حصہ دلایا، اسے معاشرے کی قابل احترام ہستی قرار دیا اوراس کے تمام جائز قانونی، معاشی ومعاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان ''اسلام کا اثر مشرقی عورتوں کی حالت پر'' کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے:

''اسلام نے مسلمان عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا، انہیں ذلت کے بجائے عزت ورفعت سے سرفراز کیا اور کم وبیش ہر میدان میں ترقی سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ قرآن کا قانون وراثت وحقوق نسواں پر یورپ کے قانون وراثت اور حقوق نسواں کے مقابلے میں بہت زیادہ مفید اور زیادہ وسیع اور فطرت نسواں سے قریب تر ہے'' (۲۸)

اسلام اور خواتین کی معاشی کفالت

قرآن کریم خواتین کے بارے میں حد اعتدال قائم کرتے ہوئے ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کے حکم سے

بھرا پڑا ہے، نہ تو وہ تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کی طرح خواتین کو مردوں کے مساوی قرار دیتا ہے اور نہ ہی مذاہب باطلہ کی طرح انہیں انسانیت کے دائرے ہی سے خارج کرتا ہے بلکہ جو اس کا فطری مقام ہے اس کی مناسبت سے اس کے حقوق کا تعین کرتا ہے جو کہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ پہلے تو قرآن واضح الفاظ میں اس فطری تفاوت اور غلط فہمی کا ازالہ کرتا ہے کہ مردوزن یکساں صلاحیت کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا جو چیز ناممکن ہو اس کی آرزو وتمنا بھی وقت کا ضیاع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر، مردوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل'' (۲۹)

بعض عورتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے، عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مردوں کو دہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے۔ اس آیت میں ان سب کا جواب دیا گیا۔ (۳۰) اس آیت میں جنسی تفریق کو مٹانے کی آرزو کی مذمت کی گئی اور جو چیز کارآمد ہے اس کی ترغیب دی گئی یعنی اعمال کے اعتبار سے آخرت میں مردوزن کا تفاوت نہ ہوگا، وہاں اجر میں مساوات ہوگی تو اس کی طلب کا حکم دیا گیا۔ آیت میں ایک عمومی حکم تھا کہ اللہ کا جو بنایا ہوا نظام فطرت ہے اس کے ساتھ افضل ومفضول کا ہونا ایک لازمی چیز ہے اور اس نظام کے تحت ہی ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے نوع انسانی میں بھی یہ تقسیم جاری فرمائی اور مرد کو عورت پر برتری عطاء فرمائی، پھر اس برتری کی وجہ بھی اگلی آیت میں بیان فرمادی گئی۔

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال'' (۳۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگہبان بنادیا۔ دو وجہ سے اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم وعمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ دوسری وجہ کسبی ہے یہ کہ مرد عورت پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا ''متکفل'' کرتے ہیں۔ (۳۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے نفقہ کی مکمل ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اور شادی کے بعد سب سے

زیادہ اس کا ذمہ اس کا شوہر ہوگا۔ چنانچہ ان کو نکاح میں لانے سے پہلے قرآن نے ان کے معاشی خوشحالی کی ضمانت کیلئے مہر کا عطیہ ان کیلئے مقرر کر دیا۔

ارشاد ربانی ہے:

''اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کی خوشی سے'' (۳۳)

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کو میراث میں سے نہ صرف یہ کہ حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ اس کے ولی یا شوہر کے انتقال کے بعد اس کو بھی میراث کی مانند اثاث البیت شمار کر کے اس پر قبضہ جما لیا کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

''اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی'' (۳۴)

نہ صرف یہ کہ قرآن نے عورت کو ورثہ بنانے سے روکا بلکہ خود عورت کو میراث میں حصہ دار قرار دیدیا۔

''اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت حصہ مقرر کیا ہوا'' (۳۵)

اسی طرح شوہر کی جائیداد میں بھی اس کو حصہ دار قرار دیا گیا:

''اور عورتوں کیلئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کیلئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا'' (۳۶)

اسلام نے عورت کو جائیداد کا مالک صرف شوہر کی وفات کے بعد ہی نہیں بنایا بلکہ زندگی میں بھی اگر شوہر کسی دوسری عورت کو شریک حیات بناتا ہے تو اس کو حکم ہے کہ پہلی بیوی کو دیے گئے اموال واپس نہ لو وہ انہی کی ملکیت میں رہنے دو۔

''اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے کچھ'' (۳۷)

اسلام نے شادی کے اخراجات کی تمام تر ذمہ داری چونکہ مرد پر عائد کی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص مالی حیثیت سے اتنا مستحکم نہ ہو تو اس کو مسلمان کی آزاد عورت سے نکاح کرنے کے بجائے لونڈی سے نکاح کا مشورہ دیا گیا ہے، تا کہ آزاد مسلمان عورت کا جو اعزاز ہے، اس کو دھچکہ نہ لگے۔

ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان تو نکاح کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں، جو تمہاری آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان'' (۳۸)

اسی طرح قرآن کریم کی دیگر صریح نصوص ہیں جن میں عورت کی مکمل معاشی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس کا انتظام شادی سے قبل باپ کی ذمہ ہے اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر شوہر کے ذمہ عائد کی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

''اور جس کا بیٹا ہے اس کے ذمہ یعنی (والد کے ذمے) ان کی ماؤں کا کھانا کھلانا اور ان کے لباس کا بندوبست کرنا ہے عام دستور کے موافق'' (۳۹)

ایک مقام پر رہائش کی سہولت عورت کو خاوند کی طرف سے ملنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''اپنی بیویوں کو رہائش دو اپنے ساتھ جہاں تم خود رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق'' (۴۰)

قرآن نے تفریق زوجین کے وقت بھی مدت عدت کا نفقہ شوہر کی ''کفالتی'' ذمہ داریوں میں شامل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''اور اگر تمہاری بیویاں (طلاق شدہ دوران عدت) حمل سے ہوں تو وضع حمل تک ان پر تم خرچ کرو'' (۴۱)

آج مغربی حقوق نسواں کے علمبرداروں کے جھوٹے اور غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے مسلم معاشرہ کی بھی بہت سی پڑھی لکھی مسلم خواتین اپنے مذہب سے شاکی نظر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسلام نے ان کو چاردیواری میں قید کردیا یہ معاشی میدان میں بھاگ دوڑ کی اجازت نہیں دیتا لیکن یہ شکایت بہت سطحی اور اپنے حقوق معاش سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ بنظر غائر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کو عملی جامہ پہنا دیا جائے تو شاید غیر مسلم خواتین بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں بلکہ ہو رہی ہیں جیسا کہ بون یونیورسٹی کے ایک جرمن پروفیسر روڈلف شنجر نے اپنے دورہ قاہرہ ۱۹۹۳ء میں یہ انکشاف کیا کہ گذشتہ دس ماہ کے دوران دس ہزار جرمن عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

جرمن سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت اخبار ''ویز شنجیل'' نے اپنے تین تازہ شماروں میں تین قسطوں پر مبنی ''جرمن میں اسلام'' کے عنوان سے ایک تحقیقی مضمون شائع کیا جس میں بتایا گیا کہ گذشتہ چند ماہ کے دوران آٹھ ہزار جرمن عورتیں اسلام قبول کر چکی ہیں۔ (۴۲)

عورت کے بارے میں ''گورباچوف'' کا نظریہ

اگر یہ باتیں صرف میں کہتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ سب باتیں آپ تعصب کی بناء پر کہہ رہے ہیں لیکن اب سے چند سال پہلے سودیت یونین کے سبق صدر ''میخائل گورباچوف'' نے ایک کتاب لکھی ہے ''پروسٹرائیکا'' آج یہ کتاب ساری دنیا میں مشہور ہے اور شائع شدہ شکل میں موجود ہے۔اس کتاب میں گورباچوف نے عورتوں کے بارے میں (Status of Women) کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے۔اس میں اس نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ بات لکھی کہ:

''ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بیشک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کئے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا، اس لیے کہ مرد بھی کام کررہے ہیں اور عورتیں بھی کام کررہی ہیں لیکن پیداوار کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہوگیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پیداوار کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے، لہٰذا میں اپنے ملک میں ''پروسٹرائیکا'' کے نام سے ایک تحریک شروع کررہا ہوں، اس میں میرا ایک بہت بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے، اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہوچکا ہے، اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہوجائے گی۔ یہ الفاظ میخائل گورباچوف نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں وہ کتاب آج بھی بازار میں دستیاب ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (۴۳)

نفقۂ خواتین اور تعلیمات نبوی ﷺ

یہ حقیقت باور کرائی جا چکی ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام یعنی نبی کریم ﷺ کے خواتین پر بے پایاں احسانات ہیں جس کی ایک جھلک پہلے گزر چکی ہے، لیکن یہ باب تعلیم نبوی کی تفصیل درج کیے بغیر تشنہ رہ جائے گا اس لیے تعلیمات نبوی ﷺ کا جو گلدستہ خواتین کے نفقات سے متعلق ہے یہاں سجانا ضروری ہے۔

عرب میں چوں کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اس امر قبیح کا سدباب کیا اور لڑکیوں کی پرورش پر خصوصی اجر کے وعدے فرمائے، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہی لڑکی جو کل تک معاشرے پر ایک بوجھ سمجھ کر دفنا دی جاتی تھی، آج ایسی عزیز و محبوب بن چکی ہے جس کی پرورش اور تربیت کیلئے آپس میں مقابلہ کی نوبت آجاتی تھی۔ مسلمان سب برابر تھے اور مساویانہ حقوق رکھتے تھے کسی کو کسی پر اگر فوقیت تھی تو کسی فضیلت علمی و عملی اور کسی معقول بنیاد پر، جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے واپسی کا قصد کیا سیدنا حمزہؓ کی چھوٹی بچی ''امامہ'' چچا چچا پکارتی ہوئی آپ ﷺ کے پیچھے ہولی، حضرت علیؓ نے اسے لے لیا اور حضرت فاطمہؓ کے حوالہ کیا اور کہا کہ دیکھو یہ چچا کی لڑکی ہے، اب حضرت علیؓ حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ کے درمیان اس مسئلہ پر کشمکش ہونے لگی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اسے میں لیتا ہوں، یہ میری چچا زاد بہن ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ میری بھی چچا زاد بہن ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا اسلام کے رشتہ سے) یہ میری بھتیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا کہ چوں کہ بچی کی خالہ ان کے گھر میں ہے اور خالہ ماں کی جگہ پر ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے آپ ﷺ نے بطور دلداری فرمایا کہ! تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا! تم سیرت وصورت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔ حضرت زیدؓ سے فرمایا! تم میرے بھائی ہو اور میرے مولیٰ ہو۔ (۴۴) یہ صرف اسلام کی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں ایک بچی اتنی اہمیت کی حامل ہوگئی جو کہ اپنا خون بھی نہ تھی، جبکہ قبل از اسلام لوگ اپنی ہی بیٹی تک کو زندہ درگور کر دینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ ثانی، ڈاکٹر محمد (۱۹۹۹ء) محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، دارالاشاعت، کراچی، ص 297

۲۔ تاریخ الجاہلیۃ: عمر فروخ، بیروت، دار العلم، ۱۹۶۴ء ص ۱۵۷۔۱۵۸

۳۔ اسلام کے معاشی نظریئے: محمد یوسف الدین، کراچی، الائیڈ بک، جامعہ کراچی، ص ۸۴

۴۔ تمدن عرب: گستاؤلی بان، مترجم سید علی بلگرامی، ہند ''مطبوعہ مفید عام آگرہ'' ۱۸۹۶ء، ص ۳۷۴

۵۔ بلوغ الارب فی احوال العرب: محمود شکری آلوسی، مترجم پیر محمد حسن، لاہور، ''مرکزی اردو بورڈ'' ۱۹۶۷ء، ص ۵۶۷۔۵۳۱، ج ۳

٦۔ روح اسلام: امیر علی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۴ء، ص ۳۵۹

۷۔ روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، جہلم، ''مکتبہ ندارد'' ۱۹۹۱ء، ص ۳٦

۸۔ اسلام میں عورت کی قیادت: ایم۔ایس ناز، لاہور، ''مکتبہ عالیہ'' ۱۹۸۹ء، ص ۱۵

۹۔ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳۰۹، ۳۱۰

۱۰۔ عورت جنسی تفریق اور اسلام: لیلیٰ احمد، مترجم خلیل احمد، لاہور، ''مطبوعہ مشعل'' ۱۹۹۵ء، ص ۳۷

۱۱۔ ایران بعہد ساسانیاں: ارتھر کرسٹن مترجم ڈاکٹر محمد اقبال، دہلی ''انجمن ترقی اردو بورڈ'' ۱۹۴۱ء، ص ۴۴۱، الملل والنحل

۱۲۔ الملل والنحل: الشہرستانی، مصر، ''مطبعة الازہریة'' ۱۹۷۰ء، ص ۸٦

۱۳۔ Encyclopedia of Religion and Ethics: New York, 1921, P.271, Vol.V.

۱۴۔ روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، جہلم، مکتبہ ندارد، ۱۹۹۱ء، ص ۲۳٦۔۲۳۷

۱۵۔ روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، محولہ سابقہ، ص ۲۷۹

۱٦۔ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق: محمد ثانی: محولہ سابقہ، ص ۳۴۰

۱۷۔ مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز خان، لکھنو، ''مجلس تحقیقات ونشریات اسلام'' ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۸۔۱۸۹

۱۸۔ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق: محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳۴۱، ۳۴۳

۱۹۔ المرأة بين الفقه والقانون: مصطفیٰ سباعی، بیروت ''المکتب الاسلامی'' ۱۳۰۴ھ، ص ۲۰

۲۰۔ المرأة فی القرآن: عباس محمود عقاد، بیروت، ''دارالکتب العربی''، ۱۹٦۷ء، ص ۳۷

۲۱۔ یجروید ادھیا: ۸، منتر ۵، منو/ادھیا ۸، شلوک ۱۴۱٦، ادھیاک ۹، شلوک ۱۹۹

۲۲۔ اتھروید کانڈ: (۱) شلوک ۱۷، منتر (۱) یجروید ۸۔۵، نرکت ۳۔۴، منو، ۹/۱۹۹

۲۳۔ اتھروید کانڈ: (۱) شلوک، منتر (۱)

۲۴۔ ایضاً: محولہ بالا

۲۵۔ منو/ ادھیا:ص ۹
۲۶۔ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق: محمد ثانی محولہ سابقہ،ص ۳۵۲
۲۷۔ خطبہ حجۃ الوداع: صبار دانش، کراچی ''صدیقی ٹرسٹ''، سلسلہ اشاعت ۱۹۶۵ء س ن
۲۸۔ تمدن عرب: گستاؤلی بان، مترجم سید علی بلگرامی، مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء، ص ۲۷۳
۲۹۔ القرآن:۴:۳۲
۳۰۔ تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی، جدہ، ''مملکت سعودی عربیہ'' ۱۴۰۹ھ، ص ۱۰۷
۳۱۔ القرآن:۴:۳۴
۳۲۔ تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی، محولہ سابقہ، ص ۱۰۸
۳۳۔ القرآن:۴:۴ ۳۴۔ القرآن:۴:۱۹
۳۵۔ القرآن:۴:۷ ۳۶۔ القرآن:۴:۱۲
۳۷۔ القرآن:۴:۲۰ ۳۸۔ القرآن:۴:۲۵
۳۹۔ القرآن:۴:۱۲ ۴۰۔ القرآن:۶۵:۶
۴۱۔ القرآن:۶۵:۶
۴۲۔ مغربی خواتین میں اسلام کا رجحان: مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی ''میمن اسلامک پبلشرز''، ۱۴۱۵ھ، ص ۱۸
۴۳۔ آزادی نسواں کا فریب: جسٹس محمد تقی عثمانی، کراچی، ''میمن اسلامک پبلشرز''، ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۔۱۹
۴۴۔ صحیح بخاری: امام بخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۶۱۰، ج ۲

ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی بخاری بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قرآن وسنہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔